فا ہ اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈ/ ی کالج. اے خواتین، چو*ں

تجزیہ مقدمۂ فرہنگِ آصفیہ

Farhang-e-Asifia is the first comprehensive dictionary of Urdu language that consists of fifty five thousand lexical items,idioms,terminologies and proverbs. It has been compiled within thirty years during 1867 to 1897. By discussing the initiation and development of Urdu language, the elegance andrhetoric of this language and literature have been described in the exordium of Farhang-e-Asifia. By considering the amalgamation of Sansikrat and Persian, BrijBhasha and PurbiBhaka (in the ancient history of the continent) as the base of Urdu language, the impact of Muslim regimes, the role of colonial British government in the propagation andadvancement of Urdu language and literature,havebeen mentioned. Hence the exordium of the Farhang is a rich source of information regarding various aspects of Urdu language. This article attempts at critically reviewing the same muqqadima of the Farhang-e-Asifia.

سیّداحمد دہلوی نے اپنی طویل المدت کاوش اور مبسوط و جامع تصنیف ''فرہنگِ آصفیہ'' کا مقدمہ قلم بند کرتے ہوئے اُردو ز*بان کی ابتدا و ارتقا اور فصا # وبلا (کو جس دلچسپ اور موئثر پیرائے میں بیان کیا ہے، اس کا ا- بھرپور تجزیہ پیشِ : مت ہے۔ سید احمد دہلوی کی یہ کاوش انیسویں صدی کے آ ی تین , وں (۱۸۶۷ء-۱۸۹۷ء) میں تکمیل* پ ئی۔ ان کے بیان کے مطابق ابتدا میں جو ز*بان صرف قلعۂ معلیٰ اور شاہجہان* آباد دہلی -- محدود تھی وہ آہستہ آہستہ کشمیر سے راس کماری اور کلکتہ سے کراچی -- مادری ز*بان کا درجہ* پ گئی۔ ازاں بعد پشاور، کو@، شیلا- ، افغا T ن اور ہندوستان سے* بہر عدن، مالدیپ$ ، . ائرِ سیلون، d ، + مان، سنگارپور، ہا- کا - ، عرب، ا ِ ان، ہ کی، مصر، شام، روم، ,. طا 6، روس، چین، جا* پ ن، امریکہ، . منی، فرانس، آسٹریلیا، افر i ، الغرض د* کے ہر کونے میں اُردو ز*بان بولنے والے . # اپنے معاشی، معاشرتی اور مذہبی مقاصد کے تحت سکو$+ , ی ہوئے تو ان علاقوں میں اُردو ز*بان کا بول* بالا ہوا۔ اور یہ* بات تو اظہر من الشّمس ہے کہ ز*بانِ اُردو نے ا- مخلوط ز*بان ہونے کی حیثیت سے مختلف المذاہب، مختلف الاقوام اور مختلف النسل* . وں، سیاحوں* بادشاہوں اور درویشوں کے* باہمی میل جول سے فروغ* پ ی۔

سید احمد دہلوی کے مطابق کسی نئی ز*بان کے وجود میں آنے کا ا- ,. ا ب تو یہ ہو* ہے کہ ا- ملک کی ز*بان میں کسی دوسرے ملک کی ز*بان شامل ہو* شروع ہو جائے۔ اس کی وجہ تجارت* یہ پھر فا ومفتوحین کا* باہم اختلاط وارتباط بھی ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں وہ ۱۱۹۳ء میں پ تھی راج کے زمانہ (بعہدِ شہاب الدین غوری) میں ا- ہندی شاعر چندکوی کی تصنیف ''پ تھی راج راسا'' میں عربی اور فارسی الفاظ کے استعمال کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح سکندر لودھی کے زمانہ ۱۴۸۸ء میں کبیر جی (م:۱۵۱۸ء) اور ا * - (۱۴۶۹ء-۱۵۳۸ء) کی تصنیف میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے* پ ئے جانے کا + کرہ کرتے ہیں۔ تبد~ ز*بان کا دوسرا ب کسی ز*بان کے الفاظ میں ثقا - اور حروف کے مخارج میں دقت کا پیش* ہے لہٰذا کسی ز*بان میں بگاڑ کے ب سہل الادا الفاظ اور مخارج ا- نئی ز*بان کے وجود کا* (بن جاتے ہیں۔ اسی طرح

سنسکرت سے پراکرت اور پراکرت سے پالی۔ اور دوسری طرف سریانی سے عبرانی اور عبرانی سے عربی زبان کا وجود عمل میں آیا۔ زبان میں تبدیلی کا تیسرا سبب یہ ہے کہ کسی درویش، ولی، اوتار، مذہبی پیشوا، مجتہد العصر یا پیغمبر کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ رائج الوقت زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ایسے الفاظ وظائف، دعاؤں اور بھجنوں وغیرہ کے ذریعے جلد قبولِ عام کا درجہ پا جاتے ہیں۔ برِ عظیم کی سرزمین پر کرشن چندر اور رام چندر دو ایسے اوتار گزرے ہیں جو مذہبی اور اخلاقی رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ زبان پر بھی پوری طرح اثر انداز ہوئے۔ کرشن چندر برج بھاشا اور رام چندر پوربی بھاکا کے فروغ کا سبب بنے، یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ خواتین مردوں کی نسبت رسوم و رواج کی پابندی میں سریع العقیدت ہوتے ہوئے تبدیلیٔ زبان میں پیش قدمی کرتی ہیں۔ اس کا چوتھا سبب یہ ہے کہ دیگر ممالک کی تعلیمی، اخلاقی، ادبی اور دیگر کتب کو شاملِ نصاب کرنے سے بھی زبان میں بڑی حد تک تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زبانوں کے ارتقا اور فروغ پانے میں ایک لچک اور وسعت ہر دور میں کارفرما رہی ہے۔ اس ضمن میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی کا درج ذیل بیان قابلِ غور ہے کہ:

> ''زبان کے بارے میں پہلا اصول یہ ہے کہ وہ کسی منطقی قاعدے کی پابند نہیں۔ سماع کی پابند ہے اور سماع غیر منطقی بھی ہوسکتا ہے، بلکہ اکثر ہوتا بھی ہے۔ زبان کے بارے میں دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں بہت سی باتیں منطقی اصول یا عقلی دلیل کی پابند بھی ہوسکتی ہیں۔ ایسے منطقی اصول یا عقلی دلیل کو قیاس کہتے ہیں۔ لیکن قیاس کو سماع پر فوقیت نہیں۔ قیاس اسی حد تک معتبر ہے، جس حد تک وہ سماع کے خلاف نہ ہو، اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ زبان پہلے بنتی ہے اور زبان میں جو کچھ رائج ہے، اس کو دیکھ کر ہم اس کے قاعدے مرتب کرتے ہیں۔ ان قاعدوں کو Grammer یا Syntax یا قواعد یا صرف و نحو کہتے ہیں۔''[۱]

سید احمد دہلوی اپنی کتاب حقائق کے پیشِ نظر تیرہ سو برس قبل مسیح منوچہر کے عہد میں سام، نریمان اور رستم کی برِ عظیم میں آمد کی بات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ والیِ قنوج سوراج رائے نے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی غرض سے اپنی بھانجی کو رستمِ دستان کے ساتھ رشتہء ازدواج میں منسلک کر دیا۔ اس کے بعد افراسیاب کا پچاس ہزار ترکوں کو برِ عظیم میں آباد کر دینا اور پھر ایک وقت میں ایک لاکھ سواروں کے ساتھ حملہ آور ہو جانا۔ ازاں بعد ۹ سو برس قبل از مسیح برِ عظیم پر راجہ بھرت کی تخت نشینی کے دوران اس ملک کے بیشتر علاقوں کا کیکاؤس کے زیر سلطنت رہنا۔ اس سب کچھ کو سید احمد دہلوی اُردو کی بنیاد پڑنے کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اسی دوران مغربی حصوں میں متھرا کے اضلاع میں برج بھاشا اور برِ عظیم کے مغربی حصوں میں پوربی بھاکا وجود میں آئی، جس نے بعد میں اُردو کو بنیاد فراہم کی۔ سید احمد دہلوی کی تحقیق کے مطابق سنہ عیسوی سے ۶۰۶ برس قبل آریہ قوم کے عہد میں جب کیخسرو کی فارس پر اور بخت نصر کی بابل پر حکومت تھی تو دریں اثنا بادشاہ کیخسرو کی آبنائے باسفورس سے دریائے سندھ تک حکمرانی سے اس کے لشکر میں موجود ایرانی و تورانی سپاہیوں کی زبان شمالی ہند پر اثر انداز ہونے لگی۔ اسی باعث پنجاب اور سندھ کی زبان فارسی آمیز ہوگئی۔ کیخسرو کے ۱۰۰ برس بعد داراب فارس کا بادشاہ بنا اور یہ پانچ سو برس قبل مسیح کا زمانہ تھا۔ داراب برِ عظیم پر حملہ آور ہوا۔ اس کی تاریخ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسے برِ عظیم میں دو طرح کے لوگوں اور دو طرح کی زبانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک کالے اور قوی ہیکل لوگ جو مقامی اور دراوڑی نسل کے تھے۔ ان کی دراوڑی زبان ایرانیوں کی سمجھ سے باہر تھی۔ دوسرے گورے اور چھریرے بدن کے آریہ نسل کے لوگ، جن کی زبان فارسی اور سنسکرت کا امتزاج ہونے کے باعث ایرانیوں کے لیے قابل فہم تھی۔ سید احمد دہلوی نے اپنی تحقیق کے مطابق ماضی بعید میں سنسکرت اور فارسی کے امتزاج کو اُردو زبان کی بنیاد قرار دیا ہے اور اس کے شواہد بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''ہندوستان کی اصلی زبان تو جو تھی وہ تھی کیونکہ وہ آریہ یعنی ایرین قوم کے ایک دفعہ ہی آپڑنے اور قدم جما کر یہیں ڈیرے ڈال دینے سے اصلی باشندوں کے ساتھ ساتھ روپوش ہوتی چلی گئی۔ جو لوگ پنجاب کے شمالی پہاڑوں پر چڑھ گئے وہ وہاں لے گئے۔ جو دکن کی طرف اُتر گئے اُدھر لے پہنچے۔ اسی وجہ سے اس قدیم زبان کے بعض الفاظ کا کچھ پتا چلتا ہے تو شمال کی پہاڑی یا جنوب کی دکنی اقوام مثلاً تامل، بھیل، اُڑیا، تلنگو وغیرہ میں چلتا ہے۔۔۔ البتہ آریہ قوم کی وہ مردہ زبان جو آج کل کی بول چال یا

تصانیف سے زمانہ کی بے قدری، اپنے سرپرستوں کی عدم توجہی کے L دم پراتی اور اپنے آپ کو قالبِ بے جان کا مصداق بناتی ہے۔ اپنے عروجی زمانے کے علوم وفنون* مذہبی کتب سے روزِ روشن کی طرح یہ دکھا رہی ہے کہ ہمارا اصل مسکن ایران کہو* توران، ایشیا کے سطح مرتفع بتاؤ* جیحون وسیحون کے بڑے بڑے میدان۔۔۔ ہمارے بولنے والے ادھر ہی سے آئے اور وہاں کی زبان جو* پر* زرتشت کے زمانے سے ملتی ہوئی اپنے ساتھ لائے اور اسی کو ٹکسالی پڑھا کر سنسکرت* دی* اس زمانہ کے شرفا وعلما کی بول چال خواہ د* ری ز*ن قرار* ۔۔۔ حال میں ملک سندھ سے ایک پرانی کتاب کسی یور à کے ہاتھ آئی تھی، جس کے ایک طرف سنسکرت عبارت تھی اور دوسری طرف قدیم فارسی۔ ان دونوں میں بہت کم فرق** پا* جا* تھا۔ اس سے بھی یہی* $. ہے عجب نہیں جو اوّل اوّل فارسی آمیز سنسکرت مدت*- ہند میں بھی جاری رہی ہو۔"[۲]

سنسکرت کے عروج وزوال کی داستان کچھ یوں ہے کہ اس کے مشکل الفاظ اور دقت طلب مخارج کی* پابندی سے گھبرا کر عوام الناس نے پراکرت اور* پالی کو سنسکرت پر* ترجیح دی۔ ساکھی منی نے ۵۴۳ قبل مسیح میں+ ھ مذہب کو راج دھرم قرار* تو* پالی اور پراکرت کو مز+ فروغ 5-1 برہمن جو سنسکرت کی تنزلی، ود+ کی+ اعتقادی اور ذاتوں کی تمیز کے اُٹھ جانے سے بہت* لاں تھے، پندرہ سو سال کی سعیِ پیہم کے نتیجہ میں سنسکرت کو د* رہ+ ہ کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ۸۵ برس قبل مسیح میں بکرما A نے سنسکرت کو ازسرِ نو* قی دی۔ اسی دور میں "شکنتلا" لکھا H۔ راجہ شالباہن (۷۷ء) نے بھی اپنے دور میں سنسکرت اور برہمنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ برہمنوں نے آٹھویں صدی عیسوی میں اپنے پرانے عقیدے کے مطابق یران کے*م سے اٹھارہ کتابیں تصنیف کیں۔ 1* لا* سنسکرت کی خواص پسندی نے اسے عوام الناس میں %o نہ دی اور یہ ز*ن برعظیم میں زوال+ یہ ہوکر منی میں فروغ* پانے لگی۔ وہاں اس کے بولنے، سمجھنے اور لکھنے والے بہت قابل لوگ پیدا ہوگئے، اعلیٰ *پائے کی لُغات مر$ ہونے لگیں۔ لہٰذا آج تمام د* کی نسبت منی میں سنسکرت کا قابلِ قدر ذخیرہ موجود ہے۔

برعظیم میں ایرانیوں کے بعد یو*نی وارد ہوئے۔ ۳۲۷ قبل مسیح میں سکندر بن فیلقوس رومی کا اور ۳۲۳ برس قبل مسیح اس کے جانشین صلیقوس (سلوکس) کا برعظیم پر پڑھائی کر* اور مقامی راجہ چندر گپت کا بغرض صلح ومحبت اس کی بیٹی کو شرفِ زو A بخشا اس کے بعد صلیقوس کا میگاستھن* می ایک یورپی افسر کو اپنی عزیز بیٹی کے* پاس چندر گپت کے د*ر میں چھوڑ جا*، پھر میگاستھن کا ایک طویل عرصہ*- اس سرزمین پر رہنا اور یو*نی ز*ن میں اس ملک کی سے پہلی* ریخ لکھنا، ازاں بعد صلیقوس کے ایک جانشین کا جو کہ حاکم* اسان تھا، یو*نی حکومت سے منحرف ہوکر پنجاب اور مالوہ وغیرہ پر قابض ہو جا*۔ اس کے بعد اس علاقے کا ایک طویل مدت*- اس کے ایک ولی عہد کی حکمرانی میں رہنا یہ *$. کر* ہے کہ ہندوستانیوں اور یو*نیوں میں ا/* ہم میل جول رہا ہے تو لسانی ہم آہنگی بھی یقیناً رہی ہے۔ اس طرح یہاں کی فارسی آمیز سنسکرت میں یو*نی الفاظ بھی شامل ہوگئے۔

برعظیم میں ایرانیوں اور یو*نیوں کی آمد کے صدیوں بعد عربوں نے بھی اس سرزمین کا رخ کیا اور ایران کی طرح برعظیم میں بھی اپنی حکومت کی C درکھ دی۔ برعظیم میں اسلامی حکومتوں کے دوران* قاعدہ سرکاری مدارس تو نہ تھے 1 مسا ، مکا$ اور خاÕ ہیں وغیرہ مذہبی درس گاہوں کے طور پر کام کر رہی تھیں۔ اس طرح # لسانی اعتبار سے عربی اور فارسی کے ا* ات محض خواص*- محدود رہنے کے* وجود برعظیم کی ز*ن میں پوری طرح داخل ہوگئے تھے تو بعد ازاں انگریزوں کی آمد اور ان کے یہاں پر قدم جما e سے سرکاری سطح پر انگریزی ز*ن کو رائج کرنے سے مقامی ز*ن پر اس کے ا* ات کوئی ڈھکے چھپے نہ رہے کیو è عام گھر W خواتین جن کے بچے سرکاری سکولوں میں زیرِ تعلیم تھے وہ بھی *پاس، فیل، کاپی، پنسل، سلیٹ، پرائمری، مڈل اور* ٹم وغیرہ جیسے الفاظ سے بخوبی واقف ہوگئیں۔ سید احمد دہلوی برعظیم پر اسلامی اور مغربی حکومتوں کے*) مر$ ہونے والے لسانی ا* ات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''غزنوی خا# ان کی دوسودس سال کی حکومت نے جو ۹۷۶ء سے ۱۱۸۶ء -- رہی۔غور خا# ان کی سلطنت نے جس کا ۵۸ .س ۔اغ روشن رہا۔غلاموں کے خا# ان نے جن کی غلامی میں ۸۴ .س بسر ہوئے۔خلجیوں نے جنھوں نے ۳۰ .س -- ہندوستان میں حکمرانی کی۔خا# انِ تغلق نے جو ۹۴ .س حکمران رہا۔خا# انِ سادات نے جس نے ۳۶ سال سے زیادہ عمر نہ پائی۔خا# انِ لودھی نے جو ۷۶ .س -- اپنا ڈنکا بجا# رہا۔خا# انِ مغلیہ نے جو ۳۳۱ .س -- ہند کا ۔اغ روشن کی# رہا۔اپنی اپنی زبان کے کون سے الفاظ تھے جو ہند میں نہ پھیلائے۔اور ہندی زبان کی کون سی رسمیں، اصطلاحیں اور عادات تھیں جنھیں خود اختیار نہ کیا۔غرض . کوگڈمڈ کر کے عجیب نسخہ معجون مر . تیار کر دیا۔اسی زمانے کے اخیر میں کہ خا# انِ مغلیہ نے پاؤں لپیٹنے شروع کر دیئے تھے۔مغربی بادشاہوں نے مختلف طرh ں سے ہند کی سرزمین پر پاؤں رکھنا شروع کیا۔کبھی پرتگیزیوں ---۔کبھی ولندیزیوں نے، کبھی ڈاUرک والوں نے، کبھی فرانسیسیوں نے اپنی اپنی ڈیڑھا M کی مسجد بنائی اور ۲۶۱ .س -- یہاں کی ہوا کھائی۔جن کو جوجگہ راس آئی وہیں رہ پڑے اور اب -- ہیں۔1ان . سے زیادہ جلال اور استقلال کے ساتھ جو منصفانہ حکومت آئی وہ انگریزی حکومت ہے۔اس نے+ امنی کو مٹا کر امن قائم کیا۔سرکشوں کا سر کچلا اور ۱۳۴ .س سے اب -- ترقی پر ترقی کرتی چلی جاتی ہیں۔''[۳]

برعظیم کی ہندو مسلم اقوام کے باہم ارتباط وانسلاک کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان مصنفین نے اگر برج بھاکا اور سنسکرت میں مہارت حاصل کی تو ہندو لکھاریوں نے بھی عربی اور فارسی الفاظ کو اپنی تصانیف میں پوری طرح بر# ۔اس ضمن میں اگر ایک طرف امیر خسرو کے گیت۔دو سخنے، پہیلیاں اور کہہ) *ں قابل داد ہیں اور شیر شاہ سوری کے عہد میں محمد جائسی کے گیت اور دوہے، خان خا# ں کے اشلوک، پشتک، پوتھیاں اور کجکول وغیرہ پیشِ Ã ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ کبیر جی اور اگ# -- کے دوہوں، شبدوں، ساc ں اور اگ نتھوں میں بھی ملفوظات کا استعمال قابلِ تحسین و آفرین ہے۔علاالدین خلجی اور محمد شاہ تغلق کے عہدِ حکومت (آٹھویں صدی ہجری) میں مبارز خان کے ارادۂ سفر پر حضرت شیخ شرف الدین قلندر پانی پتی (م:۷۲۴ھ/۱۳۲۳ء) کا ایک دوہہ ہندی اور فارسی زبان میں 5حظہ ہو:

سجن سکارے جاN گے اور 2 مریں گے روئے + ھنا ایسی رین کی بھور کدھی نہ ہوئے
من شنیدم *ے رمن فردا رود راہِ شتاب *ے الٰہی #* قیامت .. نہ آ+ے آفتاب

اسی دور میں امیر خسرو (۱۲۵۳ء-۱۳۲۵ء) جیسے# نابغہ روزگار ہستی کے کلام میں ہندی اور فارسی کا امتزاج 5حظہ ہو:

ہندو بچہ بہ بیں کہ عجب حسن دھرے چھے .. وقتِ سخن گفتن مکھ پھول جھرے چھے

پورب کے رہنے والے بھگتی تحریک کے . سے بڑے شاعر اور اگ# -- کے پیشوا کبیر (م:۱۵۱۸ء) نے عربی، فارسی اور ترکی زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے پنجاب سے لے کر بہار -- بولی جانے والی زبان کو + ہ# یندہ بنا# یا۔اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے کہ:

''کبیر کے احسان کو اُردو ادب کی# ریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔کبیر نے ایک ایسے زمانے میں . # یاگ ی کھڑی زبان نئی تہذR قوتوں کے سہارے اُٹھنے کے لیے ہاتھ* پاؤں مار رہی تھی، اس کی وسعت و اہمیت کو محسوس کر کے اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا ذریعہ بنا# یا اور بہ آوازِ بلند اعلان کیا: ''سنسکرت ہے کوپ جل، بھاشا بہتا . ۔'' یہ عوام کے نئے شعور کی آواز تھی اور مستقبل کا سورج اسی طرف سے f ع ہو رہا تھا# ریخ شاہد ہے کہ# ریخ کا کوئی عمل، کوئی واقعہ* کوئی حادثہ بلا L اچا -- وجود میں نہیں آ جا# ۔اُردو زبان بھی اپنی . +ی شکل میں اچا -- وجود میں نہیں آ گئی۔صدیوں کے معاشرتی، تہذR، سیاسی، معاشی اور لسانی حالات وعوامل نے اس زبان کو سہارا د# یا اور ضرورت نے مسلمانوں کے طویل اقتدار کے ساتھ اسے ہندوستان

کے ای- گوشے سے دوسرے گوشے- پہنچا ی-''[۴]

اکبرِ اعظم کے عہد میں . # ہندو مسلم* ہم شیر وشکر ہو گئے تو لسانی ارتباط بھی تیز ہH ی۔ بعدازاں شاہجہان نے شاہجہان آ. دکی C ی د رکھی او*. لآ اس لشکری ز.ن کو اُردو کا م ڈ ی H اور قلعہ معلیٰ کے لاہوری دروازے کے سامنے اُردو. زار کے م سے ای-*. زار بھی موسوم کیا H ی۔ اب اُردو میں اجم کے سلسلے بھی شروع ہوئے۔ قرآن* پ ک کے اجم، شہادت* ے اور قصّہ چہار درویش وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ فارسی محاورات کو ہندی میں جمہ کیا جانے لگا۔ عربی اور فارسی اسموں اور مصدروں کو ہندی مصدروں کی علامت لگا کر اُردو بنا لیا H ی۔ اسی طرح کے اجتہاد میں امیر خسرو کے ہاں ''چلنا'' سے ''چلیدن'' بنا کر فارسی میں استعمال کرنے کی ای- واضح مثال ہے۔

یہاں ۱۹۲۸ء میں پیش کردہ حافظ محمود شیرانی کا Ā یہ ''پنجاب میں اُردو'' بھی .ڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اُردو اور پنجابی کی مطابقت کے تحت پوری تحقیق کے ساتھ* $. کرتے ہیں کہ دونوں ز.نوں میں ساٹھ فیصد سے ز* ی دہ الفاظ*. ہم مشترک ہیں۔ دونوں ز.نوں کے اسما و افعال ٹ* کیر ڈ M اور اسم اشارہ وغیرہ . ای- سے ہیں لٰہذا اُردو ز.ن. ج بھاشا کی نسبت پنجابی ز.ن کے ز* ی دہ قری $. ہے۔

اُردو ز.ن و ادب کے بلند* پایہ شعرا و اڈ. کی لسانی و ادبی : مات کے*. ﴿ اُردو کی ٹکسالی ز.ن کو ملک میں وہی مقام حاصل ہH ی جو شیراز کی ز.ن کو ا. یران میں، عربی کو مکّہ میں، فرانسیسی کو پیرس میں اور انگر. ی کو لندن میں حاصل تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی ز.ن میں غیر ز.ن کے بے میل اور بے تکے جوڑ دراصل کمخاب میں* ٹ کے پیوند کے مترادف ہوتے ہوئے* خوشگوار اور غیر مضبوط ہوتے ہیں 1 اُردو ز.ن کو اس کی پختگی اور مضبوطی کے*. ﴿ ز.نِ ریختہ قرار ڈ ی H ی۔ ذیل میں معروف شعرا کے اشعار ز.نِ ریختہ کے پختہ، مضبوط اور قابلِ رشک ہونے پ دال ہیں:

کس کس طرح سے میؔر نے کا* ہے عمر کو — اب آ. آ. آن کے یہ ریختہ کہا — (میؔر)

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکر ہو رشکِ فارسی — گفتۂ غا ". ای-*. ب پڑھ کر اسے سنا کہ یوں — (غا ".)

عارفؔ یہ ریختہ بھی نہیں فارسی سے کم — دیوان سیکڑوں مرے ا. یراں تلک گئے — (عارفؔ)

یہ ریختہ وہ ہے کہ کوئی ڈھا نہیں سکتا — عارفؔ نہیں دیکھی ہے یہ تعمیر کسی نے — (عارفؔ)

اُردو ز.ن و ادب میں مختلف رنگوں کے امتزاج کی* $. ڈاکٹر وحید قریشی کا کہنا ہے کہ:

''اُردو ز.ن و ادب کی تشکیل میں جن عناصر نے کام لیا ان کے دو پہلو اہم ہیں: (الف) ہندآ* ی ئی روا ی$ (ب) وسط ایشیائی عجمی روا ی$۔ اُردو ز.ن و ادب کے ارتقا میں آغاز سے لے کر ۱۸۵۷ء- انہی دونوں روایتوں کی آمیزش ملتی ہے۔ آغاز مقامی ہندآ* ی ئی ا.ث ات سے ہوا اور ۱۸۵۷ء- پہنچتے پہنچتے اس پ وسط ایشیائی ا.ث ات حاوی ہو گئے اور ادبی افکار، رو* ی ت اور لسانی سانچوں میں عجمیت U ی ں رجحان قرار* پ ئی۔''[۵]

سید احمد دہلوی نے اس مقدمہ میں اصنافِ Ä و میں انیسویں صدی- ہونے والی تصنیفی قی کو بھی ای- M سے پیش کیا ہے۔ لٰہذا اُردو ز.ن و ادب کی ابتدا و ارتقا کی* $. ان معتدبہ حقائق کا* ر] اور سوا¤ اعتبار سے مستند ہو* اور اوّل اوّل ای- معتبر لغت نویس کی جا$. سے لغت کے مقدمہ کی صورت میں فراہم ہو* انتہائی قابلِ قدر ہے۔ گو بعد میں ان* ر] حقائق کو اُردو ادب کی* ریخوں میں جستہ جستہ بیان کیا جا چکا ہے اور یہاں انھیں دہرانے کی ضرورت بھی شا* نہ تھی 1 مقدمہ کی صورت میں مر$. کیے گئے اس قدیم ین ما: کے تجزیے میں اس اوّلین اور بیش قیمت متاع سے اغماضِ Ā روا نہ ر p ہوئے راقمہ نے انھیں بیان کر* ضروری سمجھا ہے اور یہ سید احمد دہلوی کی دقیق النظری کا

ثبوت بھی ہے۔ اُردو ز*.ن کی ترقی و ترویج کے اٹل ہونے کی *.$ سید احمد دہلوی کا درج ذیل بیان بھی قابلِ 5حظہ ہے۔

''ہمارے زمانے کی تہذR اور شرd نہ ز*.ن یہی قرار *پ ئی۔ گو آپس کے جھگڑے اور خود غرضانہ *پ لیسی اسے نقصان پہنچانے میں کمی نہ کرے1 یہ ز*.ن اب مٹنے والی نہیں۔ ریل نے اسے عام بلکہ عالمگیر بنا *ی گو*ی اُردو ز*.ن ہند کی ملکی ز*.ن ہو گئی۔ نہ یہ مسلمانوں کی خاص ز*.ن ہے نہ ہندوؤں کی نہ کسی اور کی۔ یہ تو اپنے دیس کی سہل المخارج، سریع الفہم، ہمہ گیر، ہمہ صفت موصوف، عام پسند ز*.ن ہے۔ جس کے لیے مدارس کے تعلیمی کاÐس نے بھی سرکار سے یہ درخوا ست کی ہے کہ وہاں کی دیسی ز*.نوں میں اُردو بھی تسلیم کی جائے۔ ہماری ز*.ن کوئی اکل کھری ز*.ن نہیں۔ اس میں ز*.نوں کی کھپت اور سمائی ہے۔ یہ اسی نے صلاA اور ملنساری *پ ئی ہے کہ ہر ا*ی ز*.ن کے الفاظ خواہ کسی لہجہ اور کیسے ہی مشکل مخرج سے تعلق کیوں نہ رکھیں اس میں بآسانی .*دِ ن ہو جاتے ہیں۔ ترکی کا 'غ'۔ عربی کا 'ع' فارسی کی 'ژ'۔ اٹلی کی 'ث'۔ سنسکرت کا 'ش'۔ ہندی کا 'ڈھ'۔ انگر*یزی کی 'ٹ'۔ غرض جس ز*.ن کا سخت سے سخت اور *م سے *م لفظ چاہو اس میں r*پ لو اور اُردو ز*.ن بولنے والے سے اس کے اصلی تلفظ کی موافق نکلوا لو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ ہمارے ملک میں دیس دیس کی آب و ہوا کا لطف ہے۔ ہر ا*ی موسم کا سماں موجود ہے۔ ہمارے ملک والے جس غیر ز*.ن کو چاہتے ہیں اس عمدگی اور خوبی سے بولنے لگتے ہیں کہ اس کے اہلِ ز*.ن بھی تمیز نہیں کر h* کہ یہ غیر دیس کا آدمی ہماری بولی بول رہا ہے۔''[6]

قدیم ترین Kا نی *ر*یخ کے پیشِ Ā سید احمد دہلوی کے مطابق علم طبقات الارض کی تحقیق کی رو سے یہ *.ت قابلِ غور ہے کہ د* میں Kا ن کا وجود کم از کم بیس ہزار سال اور ز*یدہ سے ز*یدہ ا*ی لاکھ *.س *پ* ہے۔ فنِ تعلیم کو *پ نچ ہزار *.س قدیم کہہ h* ہیں۔ طر i ءِ تعلیم کی اXا د حضرت مسیحؑ سے تین ہزار *.س قبل کی ہے۔ ز*.نوں کے وجود *پ غور کریں تو # ازہ ہو* ہے کہ موجودہ دور میں تین سے چار ہزار ز*. 3 *پ ئی جاتی ہیں1 ان میں سے کسی ز*.ن کو پورے وثوق سے اولین ز*.ن قرار دینا ا*ی امر محال ہے کیوè ہم کسی *.ت کی ابتدا کا صحیح تعین نہیں کر h 1* اس کی اولین ہیئت اور *آ ش* اش کے بعد پیش آمدہ *میمی صورت اور آئندہ متوقع *ق*ی فتہ صورت کا # ازہ ضرور کر h* ہیں جیسا کہ مسٹر کو *$ پوٹلس کے مطابق د*ر*یاؤں میں ہر صدی کے بعد پتھر اور چونہ وغیرہ کی تہیں جم جاتی ہیں اور تقریباً بیس ہزار تہیں اکثر د*ر*یاؤں میں *پ ئی جاتی ہیں۔ ان بیس ہزار *پ انی تہوں میں سے Kا نی استخوان کا ڈھانچ د*ر*یافت ہو* اس *.ت کا غماز ہے کہ آدمؑ سے قبل بھی کوئی مخلوق یہاں *#.د تھی اور ز*.نوں کی *ر*یخ یہ *.$ کرتی ہے کہ *.س ہا *.س حرکات و i*ت اور آوازوں ہی سے کام چلتا رہا1 بعد میں ا*ی انقلابی صورت سامنے آئی جو Kا ن کے قوائے عقلی کی مرہونِ منت ہے۔ اس *پ سید احمد دہلوی یوں رقمطراز ہیں کہ:

''اوّل قوتِ مدرکہ جس سے ہر چیز کا ادراک ہو* ہے۔ دوم قوتِ حافظہ جس سے ہر ا*ی *.ت دماغ میں محفوظ یعنی *ید رہتی ہے۔ سوم قوتِ متخیلہ یعنی خیالی قوت جو دماغ میں ا*ی صورت پیدا کرتی ہے۔ چہارم عقل یعنی قوتِ تمیز۔ پس *.معنی صوت *ی لغت انہی چاروں مرحلوں کو طے کر کے بنا یعنی پہلے ہمیں کسی *.ت کا خیال *# *ی۔ وہ خیال حواسِ خارجہ سے پکا ہو کر قوتِ مدرکہ کے حضور میں پہنچا۔ قوتِ مدرکہ نے اسے حافظہ کو سوX۔ حافظہ نے قوتِ متخیلہ سے اس کی صورت بنوائی۔ قوتِ متخیلہ نے اسے عقل کے سپرد کیا۔ عقل نے اس میں امتیازی قوت بخشی۔ اس وقت وہ ہمارے ارادہ کے موافق ز*.ن *پ *# *ی اور ہوا سے ہماری دلی خواہش کے موافق اپنے منہ سے بولتی ہوئی تصو*یعنی آواز بنوائی۔ پس یہی آواز ہمارے مکنون فی الذہن *یا مافی الضمیر لفظ خواہ لغت کی صورت بن کر ہماری ز*.ن سے صادر ہوئی اور اس طرح صدور پکڑنے سے وہ *.معنی لفظ *. معنی کلمہ کہلانے کی مستحق ٹھہری۔''[7]

Kا ن *ی حیوان کے Á کا پہلا اُستاد سانس کو خیال کیا جا* ہے جو اس کے بولنے کا L ہے1 درحقیقت آواز پیدا کرنے کا اُستاد سانس

نہیں بلکہ تصادم ہے۔تمام آوازوں اورموسیقی کیC دھوا کا تصادم ہے۔ہوا کی لہروں میں ہونے والی کمی بیشی اوران کے Ö ,ٹھنے سے موسیقی اورآوازوں کیC دفراہم ہوتی ہے۔جانوروں کی آوازان کے پھیپھڑوں سے ہوکرَ رتے ہوئے سانس کے زیروبم سے M پتی ہے۔اور اسی طرح Kl نی آوازاپنے سانس کے زیروبم کے تحت اسی قدر مہذب + ازمیں اپنے مخارج پر قدرت ر p ہوئے مختلف الفاظ کی ادائیگی پر قادر ہوتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ سید احمد دہلوی اپنی عالمانہ بصیرت کے (اُردوزبان دانی کے ساتھ ساتھ Kl نوں کے جسمانی قویٰ کے مطابق ان کی زبان سے مختلف حروف کے مخارج اورادائے تلفظ کی متنوع کیفیات سے بھی بخوبی آگاہ تھے لہٰذا بیان کرتے ہیں کہ مختلف ممالک کے باشندوں کے ولہجہ میں پیجانے والا فرق ان ممالک کی آب وہوا اور Kl ن کے منہ، دانتوں، Šں اور زبان کی سا # کے متفرق ہونے کے (ہے۔اس کی توضیح کے لیے سید احمد دہلوی کا درج ذیل اقتباس پیش Ã رہے:

''پہاڑی حیات ہوں گے توان کی آواز پہاڑوں کے کھڈوں،اونچے نیچے ٹیلوں،گھاٹیوں اور Kl روں میں ٹکرا کر اپنی گونج سے ایک ایسا سلسلہ اورلہر پیدا کرے گی کہ ان کی اصل آواز کوجیسی وہ منہ سے صادر ہوئی تھی جوں کا توں نہیں رہنے دے گی بلکہ بلاارادہ گٹکری کا لطف حاصل ہوجائے گا۔پہاڑی لوگوں کے گیت اس امر کے شاہد ہیں۔علیٰ ہذا m میدانوں کے رہنے والوں کی آواز میں وہی ہمواری،سلا اورروانی پائی جائے گی جومیدان کے لوگوں کے لیے موزوں ہے اورجیسی نگر کے لوگوں میں کرختگی ہے۔ویسی ہی ان کے الفاظ میں بھی خشو $ ہے۔جس طرح کی کھادری کے باشندون میں نمی ہے اسی طرح کی ان کی زبان میں بھی نمی اور 5 ئمت ہے۔عرب جیسے خشک ملک کی زبان اŠں کی زبان سے کس قدر مشابہہ ہے۔انگلستان جیسے سمندری ...یہ کی بولی دریائی جانوروں سے کتنی مطابقت رb ہے۔یہاں کہ حرفوں کی طرز تحریر میں بھی دریائی لہروں کا لطف ہے۔ایران کی سر ~ بولی اپنے ملک کی معتدل آب وہوا کا اثر کس خوبصورتی سے $ کر رہی ہے۔''[۸]

یہ حقیقت ہے کہ ابتدا میں صرف کارِ ری ضرورتوں کے تحت الفاظ مر $ ہوئے 1 وقت َ رنے کے ساتھ ساتھ ت کے اظہار کی ضرورت پیش آئی تو خوشی،غم اور د V کیفیات کے اظہار کے لیے بھی الفاظ وجود میں آئے اور جانوروں اور چیزوں کے م ان کی صفات اوراشکال وافعال کے پیش Ã رکھے گئے۔ملکوں اورشہروں کے م ان کی کسی خاصیت ان کے دریافت کرنے والوں اور بسانے والوں کے موں پر رکھے گئے۔مثلاً ملک ہند کا م بھارت ورش راجہ بھرت کے م پر رکھا H۔دہلی راجہ دہلو اور لاہور راجہ رام چندر کے W لاہو کے د دل ہے۔بغداد سے مراد باغ داد ہے، جہاں نوشیروان عادل دربار لگاتے اورمظلوموں کی دادرسی کرتے تھے۔اسی طرح محاورے،ضرب الامثال اورتمثیلیں وغیرہ کے اپنے پسِ منظر میں صدیوں کا نچوڑ ر p ہیں۔سید احمد دہلوی نے علم زبان دانی کو بہ نظرِ تعمق دیکھا اور ''فرہنگ آصفیہ'' کے مقدمہ کے تیس تیس صفحات میں تمام حقائق کو پوری طرح بیان کیا ہے۔زبانِ اُردو کی شُستگی اور روانی کے $ ان کا زیرِ Ã بیان بھی قابلِ غور ہے:

''جوں جوں زمانہ َ H پچھلے الفاظ زبان کے رَ ے کھا کھا کر منجھتے صاف ہوتے اور گُھل گُھل کر سلیس W گئے۔جس طرح سا $ ہرسال اپنی کینچلی ل کرنئی نئی پوشاک پہنتا ہے۔اسی طرح الفاظ بھی اد پڑھ پڑھ کر اش اش پتے اور ہر زمانے کار دکھاتے گئے۔اَ ذرا توجہ سے دیکھا جائے تو بخوبی $ ہوجائے کہ جن الفاظ کو ہم مردہ ایک قالب بے جان تصور کررہے ہیں۔یہ بڑے بڑے واقعات کا مرقع یعنی ایک رنج اور ہمارے زرگوں یعنی کل Kl نوں کے خیالات،عمری واقعات،دینوی ودینی رنج،ہر زمانے کے اخلاق ورواج اور جملہ سرَ شتوں کا ایک بے حد ذخیرہ ہے۔''[۹]

''فرہنگِ آصفیہ'' کی + وین کا سہرا سید احمد دہلوی کے سر ہے۔انھوں نے باوجود عُسرت وU ستی کے اس کام کو بڑی لگن اور جا X نی

سے ا م*ۃ ی۔ان کا کہنا ہے کہ اس*ژ ن میں مختلف تصانیف*ۃ لیفات اور اخبارات و*ۃ اجم کی کثرت نے اسے بہت جلد طفولیت سے شباب، شباب سے کہو*ۃ اور کہو*ۃ سے شیخوخیت اور شیخوخیت سے ڈھاپے*ۃ پہنچا*ۃ یـ1 اس میں فنِ لغات و مصطلحات کی کمی کے*۔ (یہ*ژ ن ابھی*ۃ گونگی تھی اور سید احمد دہلوی نے اس* رَا اس کو یکہ و تنہا اپنے کندھوں پ e ہوئے آئندہ نسلوں کو عمدہ لغات کے قیمتی ۰ ا نے سے بہرہ* ب کیا۔ان کی یہ: مات اُردو*ژ ن کی*ۃ قی کے*۔ ب میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔انھوں نے ۱۸۰۲ء میں ڈاکٹر جان گلکر ٹ کے ہاتھوں لکھی جانے والی انگری ی اُردو/ ائمر کا+ کرہ کرتے ہوئے اُردو*ژ ن کے قو+ کو* مکمل اور غیر مکتفی قرار دیتے ہوئے یہ ہدا$ کی کہ اس کی+ وینِ محض ا ی آدمی کے بس کی* ت نہیں ہے۔انھوں نے اپنے کام کی* .$ یہ شکوہ کیا کہ وہ دشمنانِ*ژ ن کی د*ۃ دکا شکار ہو گئے۔ان کا+ وینِ فرہنگِ آصفیہ کا یہ کام جو ۵۵ ہزار لغات، محاورات، روزمرّ ے، اصطلاحات اور ضرب الامثال پ F ہے، کل تیس (۳۰) س میں* پ یہء تکمیل کو پہنچا۔ دورانِ کار روپے پیسے کے حصول میں کمی کے*۔ (اس کاوش کو منقسم صورت میں منظرِ عام پ لانے کی کوشش بھی کی گئی*۔ لآ ۰ دولتِ آصفیہ نے اس کی کامل طبا (کی سرپ ستی اپنے ذمّے لی اور سلطانِ حیدر*۔ د دکن میر محبوب علی کی نظرِ التفات اور مالی اعا$ کے*۔ (سید احمد دہلوی کی شبانہ روز محنت ٹھکانے لگی۔ان کا خیال ہے کہ ہمیں اپنی*ژ ن کے ساتھ وہی محبت ر b چاہیے جو ماں *۔ پ کو بچوں کے ساتھ اور بچوں کو ماں*۔ پ کے ساتھ ہوتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شمس الرحمٰن فاروقی، مضمون:*ژ ن اور استعاراتی*ژ ن، مشمولہ: مباحث (۱) مد ی: ڈاکٹر تحسین فراقی، معاون مد یان: ڈاکٹر رفاقت علی شاہد، ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، امجد طفیل، آر۔آر پ نٹرز لاہور، جون 2012ء، ص ۹

۲۔ سید احمد دہلوی، مر$: فرہنگِ آصفیہ (مقدمہ)، سنگِ میل Å X لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱۷، ۱۸

۳۔ ایضاً، ص ۱۹

۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اُردو (اوّل)، مجلسِ*ۃ قی ادب لاہور، طبع چہارم: جون ۱۹۹۵ء، ص ۴۷

۵۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، اُردو ادب کا ارتقا ــــ ایک جائزہ، القمر انٹرپ ائز لاہور، طبع اوّل: ۲۰۰۶ء، ص ۶

۶۔ سید احمد دہلوی، مر$: فرہنگِ آصفیہ (مقدمہ)، سنگِ میل Å X لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۲۲

۷۔ ایضاً، ص ۲۷

۸۔ ایضاً، ص ۲۵، ۲۶

۹۔ ایضاً، ص ۲۹